OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

رسالہ قشیریہ میں کتاب و سنت سے استنباط و اکتساب کے مناہج: ایک تجزیاتی مطالعہ

Methodologies of Derivation from the Qur'an and Sunnah in *Al-Risālah al-Qushayriyyah*: An Analytical Study

Prof. Dr. Mustafeez Ahmad Alvi
Professor of Islamic Thought Former Dean of Faculty of Social Sciences, NUML Islamabad
mustafeez.alvi@numl.edu.pk
Dr. Muhammad Adeel
EST (AT) Working in GHS Millat SatelliteTown Gujranwala
Afzaladeel689@gmail.com

Abstract

Risalah Qushairiah, authored by the legend Sufi Scholar Imam *Qushairi* is considered as an Encyclopaedia of Sufism, in academic circles. Due to the reason that it reflects almost all traits and foundations of *Tasawwuf*. Imam Qushairi claims that the classic Sufism has been derived from Kitab o Sunnah, the fundamental sources of Islam. However, all great Sufi scholars, developed a distinct emphasis on spiritual states (*Ahwal*) and permissible renunciations (*Tark-e-Ghair and Rukhsat*). Qushairi has opted for his own style of writing and interpreting Sufi doctrines, remaining committed to the principles of all schools. In the preamble of his book, Imam Qushairi elucidates that he presents Sufism in its original form that became according to him, polluted with some artificialities of his time. This

CC BY

article explores the method of deriving knowledge from the Qur'an and Sunnah for Sufi worldview and life-style, with reference to *Al-Risalah al-Qushayriyya*,

Key-words: Sufi Doctrines, Derivation from Kitab and Sunnah, Qushairi's style and methodology

تعارفی تمہید:

صوفیاء کی نظر میں علم تصوف کا استدراک ، قرآن و سنت کی راہنمائی میں گہرے فکرفی خلق اللہ کے ساتھ منسلک ہوتا ہےگویا صوفیانہ روش کا تعلق، انسان کی بصیرت اور ژرف نگاہی کے ساتھ ہے ۔علم تصوف کی علمبردار شخصیات کے ہاں تصوف میں کوئی مقام ،افراد کے دلوں کی پاکیزگی اور مخلوق خدا کے ساتھ بہترین سلوک کے ذریعے وجود پذیر ہوتاہے۔

طبقہ صوفیاء کے ایک اہم امام پانچویں صدی ہجری کے شیخ الاسلام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری (986-1072 ء) [1]نیشابوری ہیں ، جن کی شاہکار کتاب "**الرسالة القشيرية فى علم التصوف**" ہے، جو اپنے مضامین اور اسلوب و منہج کے اعتبار سے تصوف کی رجحان ساز تصنیف شمار کی جاتی ہے[2]۔القشیری، دسویں صدی عیسوی کے معروف صوفی مصنف اور فقیہ ابو نصرعبداللہ بن علی السراج الطوسی[3](وفات: 988ء)کے شاگرد ہیں۔ علم کلام میں آپ نے نیشاپور کے امام ابوالقاسم الا سفرائینی اشعری (المتوفیٰ 1028 ء) سے اکتساب کیا اور حدیث و فقہ میں آپ نے امام الحرمین الجوینی (1028-1085 ء) [4]سے کسب فیض کیا ہے۔

امام القشیری کی دیگر عظیم تصانیف میں " **التيسيرفي التفسير**" اور" **لطائف الإشارات**" نمایاں ہیں۔رسالہ قشیریہ علم تصوف پر منفرد ہے ۔ اس کے تین حصے ہیں ۔ پہلا حصہ، اس کا مقدمہ ہے ۔ اس میں زمان و مکان ، مادہ ، روح ، سبب و مسبب ، معلول و علت ، تخلیق و ایجاد ، کیفیت تخلیق اور ذات و صفات باری تعالی جیسے مضامین کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔ دوسرا حصہ، اس کا پہلا باب ہے ۔اس باب مشائخ تصوف کا تذکرہ اور ان کے حالات و اقوال اور اصول و آداب بیان کیے گئے ہیں ۔تیسرا حصہ اس کے آخری دس ابواب ہیں ، ان میں توبہ ، ورع، زہد ، صمت ، شکر ، مراقبہ ، رضا ، فتوۃ ، ادب اور معرفۃ باللہ کو بطور اصطلاحات تصوف ذکر کر کے ان کی وضاحت لائی گئی ہے ۔

رسالہ قشیریہ کا اسلوب بیان:

رسالہ قشیری کا اسلو ب بیان دلکش اور مؤثر ہے۔ ایک سبب تو یہ ہے کہ تصوف کےسب تذکار اہل تصوف کے اپنے بیانات اور احوال سے مزین ہیں۔ دوسرا یہ کہ صوفیا ء کے تصورات و افکار ، جو اس کتاب میں تفصیل سے مذکور ہیں، بنیادی طور پرقرآنی آیات سے ماخوذ یا مستنبط کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیانہ رویے، درحقیقت آیات قرآنی کی روحانی تعبیرات ہیں، جو صوفی حضرات کی عملی زندگیوں میں نمایا ں ہوتی آئی ہیں۔[5] گویا امام قشیری نے، اپنے اسلوب کے ذریعے، صوفیاء اور تصوف کی حقیقت کے بیان کو ، مجموعی طور پر، قرآن کریم سے منسلک کیا ہے۔

رسالہ قشیریہ کو تین حصوں میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے:

ا ۔ مقدمہ کتا ب، جس میں حمدوتحمید الٰہی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سلام و تسلیم پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد امام قشیری نے اس کتاب کے مخاطبین کا ذکر کیا ہے، جو کہ بلاد اسلامیہ میں موجود صوفیاء کرام کی جماعت ہے۔انہوں نے صوفیا کے اوصاف کی بنیاد پر انہیں انوارو تجلیات کا امین قرار دیا ہے۔ ان کے بقول انبیا ء علیہم السلام کے بعد، صوفیا کو باقی مسلمانوں پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ یہ وہ جماعت ہے جو سچے فقر اور عجز کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور مخلوق کے مددگار بن کے رہتے ہیں۔ مخلوق کو جو جزا اللہ تعالیٰ عطافرماتا ہے وہ سراپا اس کا کرم ہے اور جو سزا وہ دے ،یہ اس کا عدل ہوتا ہے۔[6]

امام قشیری ایک درد مند محقق اور محتسب کا انداز اپناتے ہوئے، حقیقت پسندانہ اسلوب تحریر کے ساتھ لکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دور کے تصوف کا جو زوال دیکھا، اس کا ذکر ایک شعر کی صورت میں یوں کیا ہے کہ ان صوفیاء کے خیمے تو وہی اولین عالی قدر صوفیا کے جیسے ہیں مگر ان میں جو خواتین ہیں ، وہ دوسرے قبیلے کی براجمان ہیں۔ ان کے خیال میں ، اصل طریقت فنا ہوگئی ہے۔[7] تقویٰ و ورع سے دور ، شریعت سے ناواقف ، گروہ نا شناسا یہ سمجھتا ہے کہ ان پر اسرار احدیت منکشف ہو چکے ہیں، یہ خام خیالی ہے۔[8]

القشیری کے بقول ، اس حالت زار نے انہیں قائل کیا کہ وہ طریقت کے دور فطرت کو زائل کر یں اور اپنی اس تصنیف کے ذریعے حقیقی تصوف کا احیاء کریں۔لہٰذا، انہوں نے مخالفتوں کے باوجود یہ ذمہ داری اٹھائی ہے اور وہ اس راستے میں اپنی

کامیابی کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کے ذریعے توفیق اور ہمت طلب کرتے ہوئے، یہ کتاب مرتب کر رہے ہیں۔

ب۔مقدمے کے بعد، پہلی اور دوسری فصل میں توحید باری تعالیٰ سے متعلق ، طبقہ صوفیا کے اصولی عقائد و نظریات کا بیان تفصیل سے ہے۔ القشیری نے اس سلسلہ میں ، صوفیا کے اقوال کو بنیاد بنا کر عقیدہ توحید کے سارے پہلوؤں کی وضاحت کی ہے۔ قرآنی آیات کی توضیح ، صوفیا، علما اور فقہا ءکی توضیحات کی صورت میں بیان کی گئی ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں کبار صوفیا ء(جیسے شیخ ذالنون مصری (796-859 ء) اور شیخ جنید بغدادی (830-910 ء) کی آراء کے ساتھ علمائے اسلام اور فقہائے کرام (جیسے امام جعفر الصادق (702-765 ء) اور ابو اسحاق اسفرائنی (948-1028 ء) ، کی توضیحات شامل کی ہیں۔

تیسری فصل اذکار شیوخ پر مشتمل ہے۔ شیخ قشیری نے اس فصل میں اسی کے قریب ان ابتدائی صوفیا کے احوال و آثار کا ذکر مختصر انداز میں کیا ہے، جن کا تعلق دوسری صدی ہجری (آٹھویں اور نویں صدی عیسوی) کی اسلامی دنیا کے ساتھ ہے۔ معروف صوفی بزرگان میں ابراہیم ادھم ، فضیل بن عیاض، بشر الحافی، معروف الکرخی، سری السقطی، ابو الحارث المحاسبی، بایزید بسطامی، سہل بن تستری اور شیخ جنید بغدادی خاص طور پر شامل ہیں، جن کے اقوال و احوال کا بیان قدرے تفصیل سے آیا ہے۔

ج۔ رسالہ قشیریہ کا آخری حصہ صوفیاء کی خاص اصطلاحات کی توضیح سے مزین، ساٹھ فصول سے متجاوز سب سے طویل یہ حصہ ، ایک انسائیکلو پیڈیا کی طرح، صوفیا کی تمام اصطلاحات اور خاص الفاظ کی بہت عمدہ تشریح پر مبنی ہے۔اس حصے کا اسلوب خاص طور قرآنی آیات سے استنباطی تفسیر کا رجحان رکھتا ہے۔ یہ منہج تفسیرمختلف صوفیائے کرام کی سند کے ساتھ اس بات کا غماز ہے کہ صوفیا کے تصورات اور اعمال و احوال قرآن سے ماخوذ ہیں۔ تصوف کی روایت میں انسان سے متعلق شرعی اور روحانی امور کا بنیادی تعلق قرآن کریم کی آیات کریمہ سےخاص ہے۔

صوفیاء کے تصور توحید کا بیان :

امام قشیری نے وضاحت کی ہے کہ صوفیا کے نزدیک بندگی رب کا تقاضا ہے کہ انسان ، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید خالص کا شعور حاصل کرے۔ اس سلسلہ غورو فکر کی ایک جہت کائنات ، خالق اور کیفیت تخلیق کی تحقیق ہے ۔ ان کا کہنا

ہے کہ خالص عبادت ، توحید خالص کے شعور و احساس کے بغیر ممکن نہیں۔ نیز یہ کہ توحید کا فہم ،محض تعقل سے حاصل نہیں ہوتا ، جب تک وحی الہی سے رجوع اور تعلق نہ قائم ہو ۔

لہٰذا، امام قشیری نے عقیدہ توحید کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت، ان آیات قرآنی کی روشنی میں کی ہے جو آیات، کبار صوفیاء کے ہاں تصور توحید کی وضاحت میں بنیاد بنی ہیں اور اہل علم صوفیا کے اقوال اس سلسلہ میں میسر ہیں۔ ذیل میں آیات قرآنی سے صوفیاء کے مذکورہ استنباط کا جائزہ لیا جاتا ہے۔تاہم صوفیا کی ایسی تاویلات، جن کا تعلق آیات کے تفسیری نکات سے متصل نہیں ، اور وہ امام قشیری نے درج بھی کی ہیں، تحقیق ہٰذا، کے دائرہ میں نہیں آتیں۔

ا۔ صوفیا کے مطابق پہلا فرض معرفت الٰہی بذریعہ تفکر فی الخلق ہے: امام قشیری ، اپنے استاد ابو نصر الطوسی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> يَقُول: سئل رويم عَن أول فرض افترضه اللَّه عَزَّ وَجَلَّ عَلَى خلقه مَا هُوَ؟ فَقَالَ المعرفة لقوله جل ذكره: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إلا لِيَعْبُدُونِ ،قَالَ ابْن عَبَّاس: إلا ليعرفون۔[9]
>
> (وہ کہتے ہیں کہ رویم سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوق پر سب سے پہلے کس چیز کو فرض کیا ؟ تو انہوں نے کہا : معرفت (الٰہی) کو ، اللہ تعالی کے فرمان : **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إلا لِيَعْبُدُونِ**[10] کی روشنی میں۔ ابن عباس کہتے ہیں (إلا لِيَعْبُدُونِ سے مراد ہے) تا کہ وہ معرفت حاصل کریں)

گویا انسانی تخلیق کا مقصد معرفت الٰہی ہے۔ یہاں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول منقول ، قابل غور ہے۔تنویر المقباس میں ہے: **أن يوحدونی ويعبدونی۔**[11] (تاکہ وہ میری توحید عام کریں اور میری عبادت کریں)۔ علامہ محمود آلوسی ، اس آیت کی تفسیر میں عبادت مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

> **وقيل: العبادة بمعنى التوحيد بناء على ما روي عن ابن عباس أن كل عبادة في القرآن فهو توحيد۔**[12]
>
> (اور کہا گیا ہے کہ یہاں عبادت بمعنی توحید ہے، اس بنا پر کہ جو ابن عباس سے روایت ہے کہ قرآن میں ہر جگہ عبادت سے توحید مراد ہے۔)

ب۔ دوسری آیت ، جو عقیدہ توحید کی وضاحت میں صوفیا ء نے زیادہ ذکر کی ہے، امام قشیری نے بیان کی ہے وہ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 11کا آخری حصہ ہے:
لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (اس کی کوئی مثل نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔)۔
کلام الٰہی کے ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ویکتاہے، اس کی کوئی صورت ہے نا شبیہ ، نا کیفیت، نہ تمثیل۔ بقول امام قشیری یہ بیان سید الطائفہ حضرت جنید البغدادی(810-930 ء)[13] کا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں تو پھر اس کی معرفت کیسے حاصل کی جائے؟ اس سوال کا جواب بھی حضرت جنید البغدادی کے الفاظ میں یہ ہے:

> وَقَالَ الجنيد: إن أول مَا يحتاج إِلَيْهِ العبد من عقد الحكمة معرفة المصنوع صانعه والمحدث كَيْفَ كَانَ إحداثه، فيعرف صفة الخالق من المخلوق، وصفة القديم من المحدث، ويذل لدعوته , ويعترف بوجوب طاعته، فَإِن لَمْ يعرف مالكه لَمْ يعترف بالملك۔[14]
>
> (اور جنید نے کہا کہ بے شک انسان سب سے پہلے جس حکمت کی معرفت کا محتاج ہے وہ کائنات سے، اس کے بنانے والے کی معرفت ہے اور کائنات کی کہ کس طرح اس کو بنایا گیا تو اس طرح وہ خالق و مخلوق کی صفات کو جدا جدا کر سکتا ہے اور قدیم و حادث صفات میں تمییز کر سکتا ہے اور اس کی دعوت پر عاجزی اور اس کی اطاعت کے واجب ہونے کو مان سکتا ہے ، اگر وہ مالک کو نہیں پہچانے گا تو اس کی بادشاہت کا اعتراف بھی نہیں کر سکے گا۔)

ج۔ قول جنید کے یہ الفاظ معرفت اور غورو فکر کی مختلف سمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہیں گویا معرفت اور غورو فکر کی یہ جہات قرآن حکیم کی ان تمام آیات سے ماخوذ ہیں جن میں خالق ، کائنات اور اس کی قدرت اور کیفیت قدرت میں غورو فکر کی دعوت ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیا کے ہاں ، بندہ کے لیے سب سے اہم معاملہ معرفت و حکمت ہے۔ کائنات کی تخلیق پر غور وفکر کے ذریعے نہ صرف خالق کائنات کی معرفت حاصل ہوتی ہے بلکہ خالق کی صفات اور مخلوق کی صفات میں فرق و امتیاز کا بھی شعور حاصل ہوتا ہے۔ یہ شعور اس پر خالق کی اطاعت کو واجب کرتا ہےجب تک مالک کی پہچان نہ آئے تب تک اس کی قدرت و ملکیت کا اعتراف بھی نہیں ہو پاتا۔

گویا، امام قشیری کے ہاں ترک دنیا کے علی الرغم، دنیا و مافیہا پر غورو فکر کرنا ضروری ہے تاکہ قدرت خداوندی اور معرفت توحید کے تناظر میں تحقیق کائنات ممکن ہو۔ یہ صوفیانہ سوچ کا ایک ایجابی پہلو ہے ۔ ان کے ہاں توحید کی اس قدر اہمیت ہے کہ خالص عبادت خالص توحید ہی کی بدولت ممکن ہے،اور خالص تصور توحید ، تفکر بغیر ممکن الحصول نہیں۔ اس سلسلے امام قشیری نے ، ابو طیب المراغی کا قول، محمد بن الحسین سے نقل کیا ہے:

> يَقُول: سمعت أبا الطيب المراغي ,يَقُول: للعقل دلالة، وللحكمة إشارة وللمعرفة شهادة، فالعقل يدل، والحكمة تشير، والمعرفة تشهد أن صفاء العبادات لا ينال إلا بصفاء التوحيد۔[15]
>
> (میں نے ابو الطیب مراغی کو یہ کہتے ہوئے سنا : عقل کے لیے دلالت ہے اور حکمت کے لیے اشارہ ہے اور معرفت کے لیے شہادت ہے تو اس طرح عقل دلالت کرتی ہے ،حکمت اشارہ کرتی ہے اور معرفت گواہی دیتی ہے کہ خالص عبادات خالص توحید کے بغیر ممکن نہیں)

د۔ لہٰذا، عقل دلیل دیتی ہے، حکمت کا اشارہ یہی ہے اور معرفت گواہی دیتی ہے کہ عبادات کی اصل تک پہنچنے کا ذریعہ، خالص توحید کا شعور و ادراک ہے، اسی تصور سے عبادت کی روح حاصل ہوسکتی ہے۔ حدیث جبریل[16] کے الفاظ میں عبادت کا یہ مقام وہی ہے جسے " **کانک تراہ**"سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جب تک خالص توحید تصور نہ قائم ہو ، اس وقت تک خالص عبادت کا بھی کوئی تصور ممکن نہیں ۔

امام قشیری کا نظریہ ہے کہ توحید محض عقل سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ وحی سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

> كُل مَا صوره الأوهام والأفكار فالله سبحانه بخلافه لقوله تعالي: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔[17]
>
> افکار و اوہام اللہ کی جو تصویر بھی پیش کرتے ہیں ، اللہ اس کے بر خلاف ہے ، اللہ تعالی کے فرمان : **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ**[18] (اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہی سننے والا اور سب کچھ دیکھنےوالا ہے)

گویا، امام قشیری کے ہاں توحیدکا یہ شعور کو خاص اور منفرد اہمیت کا حامل ہے ، اسے انسانی تصورات کی روشنی میں سمجھنے کی بجائے، وحی الٰہی کی روشنی میں

ہی سمجھنا ، منزل مراد تک پہنچنے میں کار گر ہو گا۔امام قشیری نے اس سلسلہ میں حسین بن منصور الحلاج (858-922 ء) کے حوالے سے وضاحت کی ہے اللہ تعالیٰ زمان مکان کا بھی خالق ہے نا کہ ان کا پابند۔ وہ اول ہے اور آخر بھی، ظ اہر ہے اور باطن بھی۔وہ قریب ہے اور بعید بھی۔ اس کی کوئی تمثیل نہیں۔[19] اس وضا حت سے امام قشیری کا اسلوب و منہج واضح ہے کہ رب کائنات کی واحدانیت، یکتائی اوربے مثال ہونا جب قرآنی آیات سے واضح طور پر بیان کیا جا رہا ہے، تو ایسے میں اپنے تعقل کی مشق اس سلسلے میں ضروری نہیں۔ ایمانیات و عقائد کی بنیاد قرآن حکیم اور رسول کریم سے ثابت شدہ نصوص کا بننا ضروری ہے۔ عقیدہ توحید کے لیے بنیادی مصدر سے اخذواکتساب ، بندہ مومن کے لیے لازم ہے۔

ر۔ ایک مقام پر امام قشیری نے ، قرآنی آیات سے متعلق ، صوفیا کی توضیحات کی روشنی میں توحید کا یہ نکتہ بھی واضح کیا ہے کہ توحید قدیم کو حادث سے الگ رکھنے کا شعور ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے مطابق : قدم (یعنی اللہ تعالیٰ، جو ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گا) کو حدوث (یعنی مخلوق، جو پیدا ہوئی ہے اور ہمیشہ نہ رہے گی) سے علٰیحدہ رکھنے کا نام ہے۔ [20] کیونکہ وہ ذات ، مخلوق کی صفات سے پاک ہے ، اسی نے سب تخلیق کی ہے۔

اسی ضمن میں ، جنید بغدادی نے سورہ طٰہٰ کی آیت 46 میں موجود لفظ'مع' ، اللہ کے انسانوں کے ساتھ ہونے کے تصور کی وضاحت کی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیھما السلام کو فرعون کے مقابل جاتے ہوئے تسلی دی تھی : **قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى۔** کہا (اللہ نے) تم دونوں خوف نہ کھاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں، سنتے اور دیکھتے ہوئے۔)۔ یہاں' مع' (ساتھ ہونے) کا لفظ نبیوں کی مدد اور حفاظت کے معنوں میں استعمال ہوا۔[21]

چنانچہ خالق اور مخلوق کے درمیان فرق و امتیاز کے ضمن میں ، نویں صدی عیسوی کے معروف ایرانی حنبلی صوفی ، ابو محمد سہل بن عبد اللہ التستری (818-896 ء) ، جو صاحب تفسیربھی ہیں، نے ایک خوبصورت وضاحت کی ہے۔ امام قشیری کے بقول وہ فرماتے ہیں: مومنین اللہ تعالیٰ کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھیں گے، لیکن نہ تو اس کی ذات کا احاطہ کرسکیں گے اور نہ انتہا کا ادراک کر سکیں گے۔[22]

س۔ امام قشیری کے مطابق صوفیا ء ایمانیات اور عقیدہ کے باب میں اہل السنۃ اصولیین اور متکلمین کے تابع رہ کر چلتے ہیں ۔ مثلا توحید سے متعلق قرآنی آیت : **الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى**[23] کی وضاحت میں صوفیا ء کی طرف سے ، تنزیہ (اللہ کو مخلوق کی

صفات سے پاک ماننا) ، اثبات (نصوص میں وارد صفات کو اصل کے اعتبار سے ماننا)،تفویض و تاویل (جب دلیل نقلی دلیل عقلی قطعی کے مخالف ہو تفویض یا نقلی میں تاویل ضروری ہے) اور عدم تکییف و تشبیہ (کیفیت، جہت، مکان اور جسمانیت کی نفی) کے اصولوں کو مد نظر رکھ استنباط کیا گیا ہے ۔ [24]

اسی بنیاد پر، آیت مذکورہ کی تشریح میں حضرت ذالنون مصری (796 -859 ء) اور شیخ ابو بکر شبلی (861 – 946 ء) فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارک کو بذات خود ثابت فرمایا اور مکان کی نفی کی ۔ رحمٰن تو ازل سے ہے، عرش حادث ہے، اور رحمٰن کی وجہ سے موجود ہے۔ [25]

امام قشیری ، امام جعفر صادق (80 ھ/702 - 148 ھ/765) [26] کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

> وَقَالَ جَعْفَر الصادق أيضًا فِي قَوْله: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ،من توهم أَنَّهُ بنفسه دنا جعل ثُمَّ مسافة، إِنَّمَا التداني أَنَّهُ كلما قرب منه بعده عَن أنواع المعارف إذ لا دنو ولا بعد۔[27]
>
> (اور امام جعفر صادق نے بھی اللہ تعالی کے فرمان : **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى**[28] ، میں کہا : جس نے گمان کیا کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے قریب ہوا اس نے اس جگہ مسافت کو بنایا، تدانی تو صرف یہ ہے کہ وہ جب کبھی بھی اس کے قریب ہوا تو خاص قسم کے معارف سے دور ہوا کیونکہ اللہ کے حق میں نہ ہی قرب ہے اور نہ ہی بعد[29])

الغرض، امام قشیری نے عقائد صوفیا کی وضاحت میں یہ بات مکمل شرح و بسط کے ساتھ کی ہے کہ کبار صوفیا کے ہاں ، کتاب و سنت سے مترشح عقائد دین کا نا صرف تذکرہ ہے بلکہ کامل یقین کے ساتھ اس کے ساتھ وابستگی کا کامل اظہار ہے۔ تلخیص کے طور پر، دوسری فصل میں ، آپ نے لکھا ہے کہ (ان کی طرف سے اللہ کی توفیق سے) مشائخ کے عقیدہ توحید کے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کا وجود قدیم ہے۔ وہ واحد ہے، صاحب حکمت ہے، کل شئی قدیر ہے، سمیع و علیم، اور حی و قیوم ہے۔خالق و مخلوق میں تشبیہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی جہت و مکان، وقت و زمانہ کے حصار سے پاک ہے، شکل و صورت سے منزہ، اس کے فعل میں کوئی اور شریک نہین، اور کسی حادث اس کا حلول نہیں ہوتا۔ابتداء و انتہا سے پاک ہے۔ آنکھ کی پتلی سے نہیں دیکھا جا سکتا، اس کے سب اسمائے حسنیٰ اور صفات اعلیٰ ہیں۔ وہ مخلوق کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیا ء کرام کو ہدایت انسانی کے لیے مبعوث کیا ہے، جس کی بنا پر انسانو ں نے اللہ کو معبود مانا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات و براہین کے ساتھ بھیجا جس سے حق و باطل واضح ہو کر سامنے آیا۔ ليظهره على الدين كله۔ رسول کریم کے بعد، ان کے خلفائے راشدین کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا اہتمام فرمایا پھر دالائل حق کو اولیاء کرام کی زبانوں کے ذریعے محفوظ فرمایا۔ اسی نے امت حنیف کو ضلالت پر متفق ہونے سے محفوظ فرمایا۔[30]

قرآن و حدیث سے اصول تصوف کے اثبات کا بیان :

امام قشیری نے تذکار شیوخ میں اہل تصوف کو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد درجہ دے کر زاہدین و عابدین کا ذکر کیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ، تبع تابعین کے بعد امت کے لوگ مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔اہل سنت میں سے جن پاکیزہ نفوس نے اپنے آپ کو غفلت سے محفوظ رکھا ، انہوں نے اپنے لیے صوفی کے نام کو پسند کیا ۔ [31] اس تعارف کے بعد ، انہوں دوسری صدی ہجری کے معروف اہل تصوف کے اقوال و احوال ، اس اسلوب انداز سے بیان کیے ہیں کہ صوفیا کا کردار اور تصوف کا فلسفہ پڑھنے والے پر واضح ہو تا جائے۔

امام قشیری کے مطابق ،تصوف کا ثبوت سمع و عقل رسالت محمدی ﷺ، آیات قرآنیہ خلفاء راشدین اور اجماع امت سے ہوتا ہے اس سلسلہ میں ان کا اپنی کتاب میں اسلو ب و منہج یہ رہا ہے کہ وہ صوفیا ء کرام کے اقوال کے ذریعے بنیادی تصورات کی وضاحت ، قرآنی آیات سے استنباط کی صورت میں کرتے ہیں۔اپنے رسالہ کے تیسرے بسیط حصہ میں صوفیاء کے تصورات کو ان کے ہاں مستعمل الفاظ اور خاص اصطلاحات کی روشنی میں ، صوفیاء کے اقوال و احوال کے ذریعے، کھول کر بیان کیا ہے۔ اس انداز کا نمایاں پہلو اصول تصوف کا، خود صوفیاء کے اپنے الفاظ اور اصطلاحات کی صورت میں بیان ہونا ہے اور دوسرا ان تصورات کا تعلق کتاب و سنت سے نمایاں ہو کر سامنے آنا ہے۔

مثلاً اللہ تعالی کے علم غیب سے متعلق تذکرے میں ، امام قشیری لکھتے ہیں :

وَقَالَ الجنيد: فِي جوابات مسائل الشاميين أَيْضًا: تفرد الحق بعلم الغيوب فعلم مَا كَانَ وَمَا يَكُون وَمَا لا يَكُون أَن لو كَانَ كَيْفَ كَانَ يَكُون۔[32]

(اور جنید نے مسائل شامیین کے جوابات میں بھی کہا : اللہ کی ذات علم غیب کے ساتھ متفرد ہے ، پس وہ جانتا ہے جو تھا ، جو ہوگا ،جو نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو کیسے ہوگا)

جنید بغدادی کے حوالہ سے امام قشیری کی عبارت اس بات پرواضح ہے کہ علم غیب (علم کان و ما یکون) خاصہ خداوندی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کسی انسان بشمول صوفیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا، لہٰذا جس صوفی کی طرف سے یہ دعوی آئے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور پاس بھی علم غیب ہے وہ تصوف کی صحیح راہ اور صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے ۔

بقول امام قشیری کے، تصوف کا ثبوت سمع و عقل، رسالت محمدی ﷺ، آیات قرآنیہ، خلفاء راشدین اور اجماع امت سے ہوتا ہے، امام قشیری لکھتے ہیں :

فِي العالم من الأعيان والآثار قلها وكثرها ومرسل الرسل إِلَى الأمم من غَيْر وجوب عَلَيْهِ، ومتعبد الأنام عَلَى لسان الأنبياء عَلَيْهِم الصلاة والسلام بِمَا لا سبيل لأحد باللوم والاعتراض عَلَيْهِ، ومؤيد نبينا مُحَمَّد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بالمعجزات الظاهرة والآيات الزاهرة بِمَا أزاح بِهِ العذر وأوضح بِهِ اليقين والنكر وحافظ بيضة الإِسْلام بَعْد وفاته صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بخلفائه الراشدين ثُمَّ حارس الحق وناصره بِمَا يوضحه من حجج الدين عَلَى ألسنة أوليائه عصم الأمة الحنيفية عَنِ الاجتماع عَلَى الضلالة۔[33]

(دنیا میں اعیان و آثار ہیں ، تھوڑے اور زیادہ اور اللہ کا غیر وجوبی طور پر امتوں کی طرف رسولوں کا بھیجنا اور اللہ جس کی مخلوق اس طریقے سے عبادت کرتی ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام نے بتایا ، جن پر کوئی طعن و ملامت کی راہ نہیں اور ہمارے نبی ﷺ کی ظاہر معجزات اور مزین آیات کے ساتھ تائید ، جس سے عذر ختم ہو گیا اور اس سے یقین اور اوپرے پن کی وضاحت ہو گئی اور ان کی وفات کے بعد اسلام کی روشنی خلفاء راشدین کے ذریعے محفوظ رہی ، پھر اللہ نے اس دین کی حفاظت اپنے اولیاء کی زبانی کی جنہوں نے شرعی اصولوں کی روشنی میں اس کی وضاحت کی اور یہ امت حنیفی گمراہی پر اکٹھا ہونے سے بچی رہی)

امام قشیری کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ تصوف پر عذر اس صورت میں باقی نہیں رہتا جب یہ دین اسلام سے مطابقت رکھے، یہ بھی دین کا ایک حصہ ہے اور اس ثبوت میں سمع و عقل سے ہوتا ہے اور یہ اس وقت یقین کے درجہ کو پہنچ جاتا جب اس کی تائید قرآن و سنت اور صحابہ و اجماع امت سے ہو ، جو اس سے ہٹ کر ہو وہ ائمہ تصوف کے ہاں تصوف کی درست اور صحیح راہ نہیں اس سلسلہ میں امام قشیری کے ہاں قرآن و سنت سے استنباط کا ایک اہم اسلوب یہ ہے کہ علم غیب خاصہ

خدا وندی ہےاور تصوف کا ثبوت سمع و عقل رسالت محمدی ﷺ، آیات قرآنیہ خلفاء راشدین اور اجماع امت سے ہوتا ہے۔

صوفیا کے ہاں تصوف کا کتاب و سنت کے ساتھ لزوم:

صوفیا کے ہاں، تصوف کی حقیقت اس پر منحصرہے کہ وہ کتاب و سنت ، ظاہر شریعت اور محارم کی مخالفت نہیں کرتا، اس سلسلہ امام قشیری نے (احمد بن محمود اور سعید بن عثمان سے)، مشہور صوفی حضرت ذالنون مصری [34] (المتوفی : 245ھ) کا قول نقل کیا ہے، لکھتے ہیں :

مدار الْكَلام عَلَى أربع: حب الجليل وبغض القليل واتباع التنزيل وخوف التحويل۔[35]

(کلام کا مدار چار چیزیں ہیں ؛ اللہ کی محبت ، کم ازکم نفرت ، قرآن کی پیروی اور ایمان کے جانے کا خوف)

حضرت ذالنون مصری کا ایک اورقول نقل کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں : .

من علامات المحب لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ متابعة حبيب اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أخلاقه وأفعاله وأوامره وسننه۔[36]

(اللہ تعالی سے محبت کی نشانیوں میں سے ہے حبیب ﷺ کی پیروی، آپ کے اخلاق، افعال ، اوامر اور سنتوں کی پیروی ہے)

گویا، آپ کے ہاں تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت ، ظاہر شریعت اور محارم کی مخالفت نہیں کرتا، امام قشیری ،سری سقطی(المتوفی: 253ھ) [37] کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں : .

ويحكي عَنِ السري , أَنَّهُ قَالَ: التصوف اسم لثلاث معان ,وَهُوَ الَّذِي لا يطفئ نور معرفته نور ورعه... ولا يتكلم بباطن فِي علم ينقضه عَلَيْهِ ظاهر الكتاب أَوِ السنة، ولا تحمله الكرامات عَلَى هتك أستار محارم اللَّه۔[38]

(سری سے حکایت کیا گیا ہے کہ تصوف کی حقیقت تین لفظ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ معرفت کا نور تقوی کے نور کو ختم نہیں کرتا ---اور وہ ایسا باطنی کلام نہیں کرتا جو کتاب و سنت کے ظاہر کے خلاف ہو اور ایسی کرامات نہیں لاتا جو اللہ کی محارم کی حدوں کو توڑے).

اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ تصوف ظاہر شریعت کے خلاف نہیں ہوتا اور نہ اللہ کی محارم کی حدوں کو پھلانگتا ہے ۔ آپ کے ہاں ولایت کی نشانی یہ ہے کہ اس کا عمل سنت کے مطابق ہو ، جس کا عمل خلاف سنت ہو وہ ولی نہیں۔

امام قشیری لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو يَزِيد لو نظرتهم إِلَى رجل أعطي من الكرامات حَتَّى يرتقى فِي الهواء فلا تغتروا بِهِ حتي تنظروا كَيْفَ تجدونه عِنْدَ الأمر والنهى وحفظ الحدود وأداء الشريعة۔[39]

(ابو زید نے کہا : اگر تو دیکھے کہ ایک آدمی کو کرامات دی گئیں یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑ رہا ہے تو اس سے دھوکہ مت کھانا یہاں تک کہ تم اس کو امر و نہی ، حفاظت حدود اور اداء شریعت میں دیکھو کہ وہ اس سلسلہ کیسا ہے ؟)

مقصود کلام یہ ہے کہ شرعی امر و نہی ، حفاظت حدود اور اداء شریعت ہی اصل کرامت اور علامت ولایت ہے ۔ کوئی بھی صوفی علامت یا سرگرمی، تصوف میں اس وقت قابل قبول ہے جب کتاب و سنت کی گواہی ان کے لیے آئے۔ دوسرے الفاظ میں تصوف کتاب و سنت کے ساتھ مقید اورتصوف و شریعت باہم لازم و ملزوم ہیں ۔ اس کے حق ہونے کی دلیل، احوال و اقوال اور افعال میں متابعت رسول ﷺ ہے ۔

امام قشیری، آثار سے ماخوذایک قول حضرت جنید کے الفاظ لکھتے ہیں کہ تصوف کے بارہ ایسا نکتہ قابل قبول ہے جس پر کتاب و سنت کی گواہی آ جائے کیونکہ تصوف کتاب و سنت کے ساتھ مقید ہے، اس سلسلہ امام قشیری مزید لکھتے ہیں :

وَقَالَ الجنيد: من لَمْ يحفظ الْقُرْآن وَلَمْ يكتب الْحَدِيث لا يقتدى بِهِ فِي هَذَا الأمر، لأن علمنا هَذَا مقيد بالكتاب والسنة۔[40]

(اور جنید نے کہا : جس نے قرآن کی حفاظت نہ کی اور حدیث نہ لکھی ، اس تصوف کے معاملہ اس کی پیروی نہ کی جائےکیونکہ ہمارا علم کتاب و سنت کے ساتھ مقید ہے)

امام قشیری، ابن عطا اور ابو حمزہ کے الفاظ میں لکھتے ہیں :

من ألزم نَفْسه آداب الشريعة نور الله قلبه بنور المعرفة، ولا مقام أشرف من مقام متابعة الحبيب صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أوامره وأفعاله وأخلاقه۔[41]

(جس نے اپنے نفس پر شریعت کے آداب کو لازم کر لیا اللہ اس کے دل میں اپنی معرفت کا نور پیدا کر دیں گے ، اوامر ، افعال اور اخلاق میں حبیب ﷺ کی متابعت سے اشرف کوئی مقام نہیں)

الغرض، صوفیا ء کے ہاں تصوف کتاب و سنت کے ساتھ مقید اورتصوف و شریعت باہم لازم و ملزوم ہیں اور حق کی دلیل احوال ،اقوال اور افعال میں متابعت رسول ﷺ ہے ۔ان کے ہاں تصوف کی اصل کتاب و سنت کی ملازمت ، خواہشات و بدعات کا ترک ، شیخ

کی تعظیم ، لوگوں کی مجبوریوں کا خیال ، ذکر و اوراد پر ہمیشگی اور رخصت و تاویلات سے پر ہیز ہے ۔

ایک اور مشہور صوفی النصر اباذی، کے الفاظ میں، اسی بات کو امام قشیری واضح کرتے ہیں کہ اصل تصوف ، کتاب و سنت کا لزوم ہے:

أصل التصوف ملازمة الكتاب والسنة، وترك الأهواء والبدع، وتعظيم حرمات المشايخ ورؤية أعذار الخلق والمداومة عَلَى الأوراد وترك ارتكاب الرخص والتأويلات۔[42]

(تصوف کی اصل کتاب و سنت کی ملازمت ، خواہشات و بدعات کا ترک ، مشائخ کی حرمت کی تعظیم ،لوگوں کی مجبوریوں کا خیال رکھنا ، اوراد پر ہمیشگی اور رخصت و تاویلات کو ترک کرنا ہے) .

مزید یہ کہ تعظیم شریعت پر صوفیہ کا اجماع ، ریاضت پر اتفاق ، سنت کی متابعت پر مداومت ، دین کے آداب میں غیر مخل اور جو معاملات و مجاہدات سے دور رہا وہ تقوی پر نہیں۔[43] اقوال رسول ﷺ افعال پر مقدم ہیں، تصوف کی بنیاد کتاب اللہ ، سنت رسول ﷺ اور وہ کشف و فتح اور استنباط ہے جو قرآن و سنت کے تابع ہو ۔

امام قشیری ، نحو القلوب میں لکھتے ہیں :

قال أهل الإشارة: الأصول ثلاثة أقوال وأفعال وأحوال، فالأقوال: هي العلوم وهي مقدمة على العمل لقوله صلى الله عليه وسلم:أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله. فإذا قالوها عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها[44]، ثم تجب المبادرة إلى صالح الاعمال،ثم تأتيالأحوال مواهب من الله تعالى۔[45]

(اہل اشارہ نے کہا : اصول تین ہیں ؛ اقوال ، افعال اور احوال ، اقوال سے مراد ہی علوم ہیں اور وہ عمل پر مقدم ہیں ، آپ ﷺ کے اس فرمان کی بنیاد پر کہ :" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔جب وہ یہ اقرار کر لیں تو اپنے خون اور مال بچالیں گے مجھ سے۔" پھر نیک اعمال کی طرف جلدی کرنا واجب ہے ، پھر اللہ تعالی طرف سے عطاء کرہ احوال عطا ہوتے ہیں ۔)

رسالہ قشیریہ میں اصطلاحات تصوف کا بیان :

صوفیا کے بعض مخصوص الفاظ اور منفرد اصطلاحات کی بنیاد پر یہ اعتراض وارد ہوتا رہتا ہے کہ ، قرآن و سنت کی اصطلاحات اپنانے کی بجائے، اہل تصوف نے اپنا راستہ اختیار کیا ہے۔امام قشیری کا بیان ہے کہ صوفیا ء نے درحقیقت نئی تعبیر کی بجائے کتاب و سنت کے الفاظ توبہ ، ورع، زہد ، صمت ، شکر ، مراقبہ ، رضا ،

فتوۃ ، ادب اور معرفۃ باللہ ہی کو بنیاد بنایا بنایا ہے اور ان کی وضاحت میں طریقہ اسلاف کو ترک نہیں کیا اور صوفیاء کے مزاج کے پیش نظر اصلاح قلب و احوال کو مرکز بنایا ہے ۔ اس طرح ان کا منہج اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی نظام نہیں بلکہ شریعت ہی کی باطنی تعبیر ہے۔

صوفیا کی منفرد زبان، الفاظ اور اصطلاحات کے حوالے سے امام قشیری نے لکھا ہے کہ صوفیاء کے ایک جماعت ایک مخصوص زبان میں اظہارکرتی ہے تو دوسری جماعت دوسرے الفاظ و اصطلاحات۔ لیکن وہ باہم رضامندی سے اپنے الفاظ و اصطلاحات کے متفق علیہ مفاہیم آپس میں طے کر لیتے ہیں، تاکہ بات ہوتی رہے مگر غیر متعلق کو اس ابلاغ کا صحیح ادراک نہ ہو سکے، اہل تصوف خوب سمجھتے رہیں۔یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ رازداروں کی بات نا اہل لوگوں تک نہ جائے کہ وہ اس سے فتنہ سامانی نہ کریں لہٰذا، صوفیا ء نے اسرار کا انتخاب کیا ہے۔[46]امام قشیری نے اپنی کتاب میں ، ان کے بقول صوفیاء کے مخصوص الفاظ کی وضاحت کا طریقہ اس لیے اختیار کیا کہ جو لوگ جید صوفیاء کے طریقہ پر سلوک کی راہ پر چلنے کے خواہشمند ہوں ان کے لیے تصوف کی اصطلاحات کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ زیر نظر ، تحقیق میں امام قشیری کے خاص اسلوب و منہج کی بنیاد پر ان الفاظ اور اصطلاحات کا انتخاب کیا جائے گا جو خاص طور پر صوفیا ء کی طرف سے کتاب و سنت کی تشریح میں ترتیب پائے ہیں۔ دیگر اصطلاحات ، جن کی توضیح امام قشیری نے بغیر کتاب و سنت کے حوالے سے کی ہے، یہاں مصلحتاً غیر مذکور رہیں گی۔

یاد رہے کہ صاحبان تصوف کے ہاں ، علم تصوف کی خاص اصطلاحات دو طرح کی ہیں۔ ایک طرف ، بعض ایسے الفاظ اورمحاورے صوفیاء کے ہاں رائج ہیں جن کے لیے براہ راست نصوص سے اخذ واکتساب نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر دیکھیں : وقت، مقام اور حال۔[47] ایسے الفاظ کا تعلق تعبیری طور پر کتاب و سنت کے ساتھ ضرور جڑا ہوا ہے۔

دوسری طرف ایسی اصطلاحات ، کثیر تعداد میں موجود ہیں جو براہ راست قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔ جیسے کہ : توبہ،ذکرو شکر، تقویٰ اور احسان ۔[48] تاہم ان میں سے بعض کی تشریحات ا ور تصورات ، صوفیا ء کی طرف سے اپنی روحانی یا اشاری تعبیرات سے مزین ہیں، ضروری نہیں کہ ان کی مطابقت،مفسرین قرآن یا شا رحین حدیث کے ساتھ پائی جائے۔ اس سلسلہ کی مثالیں ہیں: مشاہدہ، فنا و بقا، اور قبض وبسط[49]

کتاب و سنت کی صوفی تعبیر پر مبنی اصطلاحات کی مثالیں:

امام قشیری نے صوفیا ء کے خاص الفاظ کی توضیح کا آغاز 'وقت ' سے کیا ہے۔ صوفیا ء کے ہاں وقت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ موہوم الوقوع واقعہ ہے۔ یعنی جس کا واقع ہونے کا وہم و گمان ہو۔شیخ بو علی دقاق کہتے ہیں کہ وقت ماضی اور مستقبل کے درمیان ہوتا ہے[50]صوفی ، ابن الوقت یعنی صاحب حال ہوتاہے، کیونکہ اسے نہ ماضی سے غرض نہ مستقبل سے۔یعنی صوفی کی غالب حالت ہی اس کا وقت ہے۔

صوفیاء جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص وقت کے زیر حکم ہے، تو اس سے ان کی مراد ہوتی ہے کہ وہ شخص، پردہ غیب سے اس پر ظاہر ہونے والے امور (تصرفات) کے سامنے سرتسلیم خم کر چکا ہے۔[51] بعض صوفیا نے کہا ہے کہ : **الوقت سیف۔**[52] (وقت تلوار ہے۔) بظاہر نرم اور خاموش مگر اس کی کاٹ تیز دھار ہے۔ جس نے وقت کی اطاعت کی اور اس کے سامنے سر جھکا دیا وہ کامیاب ہوا، جس نے مقابلہ کیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ شیخ دقاق کہتے ہیں وقت تمہیں گھساتا ہے، خود فنا نہیں ہوتا؛ **کل یوم یمر، یاخذ بعضی۔یورث القلب حسرۃ ثم یمضی۔**[53] (جو دن گزرتا ہے مجھ سے میرا کچھ لے جاتا ہے۔دل کو حسرت کا وارث بنا کے چلا جاتا ہے) ۔

راہ سلوک میں ، ریاضت کی جو منازل آتی ہیں، صوفیا ء نے حاں وہ احوال و مقا ما ت ہیں۔ لہٰذا، صوفی کا مقام وہ ہوتا ہے جس ریاضت کی منزل سے وہ گزر رہا ہوتا ہے۔'حال' وہ کیفیت ہے جو قلب پر جاری ہو بغیر کسی ارادہ اور ریاضت و مشقت سے۔حال، اس لیے کہ یہ تغیر پذیر رہتے ہیں: **لولم تحل ما سمیت حالاً۔وکل ما حال فقد زالاً۔**[54] (اگر یہ حال تغیر پذیر نہ ہوتا تو اس کا نام حال نہ ہوتا، اور تحقیق ہر متغیر زائل ہو کر رہے گا۔)

بعض صوفیاء حال کے دوام اور بقاء کے قائل ہیں۔ امام قشیری نے اس سلسلہ میں شیخ ابو عثمان جبری کا قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ : میں چالیس سال سے ایک ہی حال میں ہوں۔ جس حال میں مجھے اللہ نے رکھا ہے میں اسی میں خوش ہوں ۔میں نے کبھی برا محسوس نہیں کیا۔[55]

امام قشیری کے بقول گویا وہ حالت رضا میں رہے، جو احوال میں سے ایک حال ہے۔جب 'حال' بقا ء و دوام حاصل کر جائے تو یہ کیفیت ، اعلیٰ او ارفع حال کی طرف منتقل کر نے کا باعث بنتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احوال مسلسل ترقی میں رہتے تھے۔

مسند احمد کی حد یث ہےکہ:

انه ليغان علىٰ قلبى حتىٰ استغفر الله تعالىٰ فى اليوم سبعين سبعين مرة۔[56]

(بے شک میرے قلب پر پردہ آجاتا ہے حتیٰ کہ میں دن میں ستر ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔)

ا۔ کتاب و سنت کے الفاظ سے ماخوذ اصطلاحات :

اصطلاحات تصوف کے قرآن و سنت سے اخذو اکتسا ب کی بہت ہی نمایا ں مثال 'توبہ' کی ہے، جو کہ قرآن کی بہت اہم اصطلاح ہے۔لہٰذا، امام قشیری نے صوفیا ء کے تصور توبہ کو یوں بیان کیا ہے کہ قرآنی آیت : **وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ** [57] **نقل کر کے حدیث مبارکہ** : يَقُولُ: التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لا ذَنْبَ لَهُ --- قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا عَلامَةُ التَّوْبَةِ؟ قَالَ: النَّدَامَةُ [58] ساتھ بیان کی ہے -

محدثین کے مطابق یہ حدیث قرآن کے لیے حدیث (کےقولی و فعلی اور تقریری بیان میں سے) قولی ہے [59] جبکہ فقہاء کے نزدیک بیان تفسیر[60]بھی ہے کیونکہ اس نے توبہ کے اجمال کو ندامت کی صراحت سے واضح کر دیا، اور **بیانِ تقریر** بھی، اس اعتبار سے کہ توبہ کے مفہوم میں جو احتمالات تھے، انہیں نبی ﷺ کے قول نے محدود کر کے متعین کر دیا۔ [61] امام قشیری ؒ لکھتے ہیں کہ فقہاء نے اسی نبوی بیان کی روشنی میں توبہ کے شرعی ارکان متعین کیے اور کہا کہ توبہ کی صحت کے لیے گناہ پر ندامت، فی الحال ترکِ معصیت اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ضروری ہے[62] -

یہ فقہی تقسیم دراصل حدیثِ نبوی کے بیانِ تفسیر کا اصولی اظہار ہے، کیونکہ قرآن کے مطلق حکم کو سنت کے ذریعے ایک منضبط عملی ڈھانچہ عطا ہوا۔ اس سلسلہ امام قشیری مزید لکھتے ہیں کہ محدثین نے اسی حدیث کو اپنے اسلوب میں یوں سمجھا کہ ندامت توبہ کا اعظم رکن ہے، جیسے کہ حدیث مبارکہ کے مطابق وقوفِ عرفہ حج کا اعظم رکن ہے[63]۔ اس طرح آپ کے نزدیک یہاں حدیث کا قولی بیان قرآن کے حکم کی روح کو نمایاں کرتا ہے، اور یہی محدثین کا منہج ہے کہ وہ بیان کو قول، فعل اور تقریر کی صورتوں میں دیکھتے ہیں۔امام قشیریؒ اسی فقہی اور حدیثی بیان کو تسلیم کرتے ہوئے اسے محض قانونی تعریف تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اس کے باطنی پہلو کو نمایاں کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ توبہ کا آغاز دل کے بیدار ہونے سے ہوتا ہے، یعنی غفلت کی نیند سے قلب کا انتباہ۔ یہ کیفیت خود قرآن و حدیث کے بیان سے ماخوذ ہے[64] ، کیونکہ نبی ﷺ نے دل کو پورے جسم کا مرکز قرار دیا اور اسے اصلاح و فساد کا منبع بتا یا:

إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ[65]

(جب وہ صحیح تو سارا جسم صحیح اور جب وہ فاسد تو سارا جسم خراب ، خبر دار وہ دل ہے)

یوں حدیث کا یہ قولی بیان قرآن کے اس عمومی تصور کی تفسیر بن جاتا ہے کہ انسان کی فلاح و خسران کا اصل مدار باطن پر ہے۔

امام قشیری لکھتے ہیں کہ برے دوستوں سے دوری بھی توبہ کے اثر پذیر ہونے کے لیے ضروری ہے [66]۔ اس کا تصور اگرچہ قرآن میں صراحتاً توبہ کے ضمن میں بیان نہیں ہوا، مگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث قولی سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ صحبت انسان کے حال کو بدل دیتی ہے: جیساکہ حدیث میں آیا:

مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ۔[67]

(ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے تو اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں ۔)

یہاں حدیث کی **تقریری صورت** قرآن کے اخلاقی اصولوں کے لیے بیان بن جاتی ہے، اور فقہاء کے منہج کے مطابق یہی بیانِ تقریر ہے، کیونکہ اس سے ظاہر حکم کے غیر مراد احتمال ختم ہو جاتا ہے۔

امام قشیریؒ خوف و رجاء کی کیفیت کو بھی توبہ کا لازمی جز قرار دیتے ہیں اور اس سلسلہ آپ لکھتے ہیں کہ بعض اکابر نے گناہ کو یاد رکھنے اور بعض نے بھلا دینے کی بات کی بات کی ہے [68]، دراصل مختلف احوال کی ترجمانی ہے، نہ کہ تضاد۔ یہ نکتہ بھی سنت کے بیان سے واضح ہوتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے مختلف ارشادات مختلف حالات میں وارد ہوئے، اور یہی حدیثِ قولی کا تنوع ہے، جبکہ فقہاء کے نزدیک یہ بیانِ تفسیر کی مختلف تطبیقات بنتی ہیں۔

امام قشیریؒ یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ درجے کی توبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سوا ہر چیز سے توبہ کرے[69]، تو یہ قرآن کے اس عمومی تصور کی گہری باطنی تفسیر ہے کہ بندگی صرف اللہ کے لیے ہے۔ اسی طرحِ آپ توبہ، انابت اور اوبہ کی تقسیم قرآن کی مختلف آیات کے باہمی بیان سے اخذ کرتے ہیں، جیسے کہ آیات ذیل:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔[70]

(اے ایمان والو ! اللہ کی طرف سارے کے سارے رجوع کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ ۔)

وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ۔[71]

(اور آئے رجوع کرنے والے دل کے ساتھ)

وَوَهَبْنَا لِدَاوُودَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ۔[72]

(اور ہم نے داود کو سلیمان عطاء کیے ، وہ اچھے بندے تھے ، بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے -)

یوں یہ پوری تحریر اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ قرآن کے احکام اپنی اصل میں ہدایت کا سرچشمہ ہیں، مگر ان کی تفصیل، تحدید اور تطبیق سنتِ رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔ فقہاء اس بیان کو بیانِ تفسیر اور بیانِ تقریر کی اصطلاحات میں سمجھتے ہیں، جبکہ محدثین اسی حقیقت کو حدیثِ قولی، فعلی اور تقریری کی صورتوں میں بیان کرتے ہیں۔ امام قشیریؒ نے انہی تمام صورتوں کو تصوف کے دائرے میں اس طرح سمو دیا کہ شریعت، سنت اور احوالِ باطن ایک ہی مربوط علمی و عملی نظام بن کر سامنے آ گئے۔

ب۔کتاب و سنت کے ا لفاظ کی منفرد صوفی تعبیرات:

اس مقالہ کے آخر میں صوفیاء کے ایسے الفاظ اور محاورات کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں ، جو رسالہ قشیریہ میں کثیر تعداد میں مذکور ہیں مگر وہ اپنے اسلوب و منہج تعبیر کے لحاظ سے، ہمارے ایسے شمار میں آئیں گی، جو الفاظ تو کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں مگر ان کی تعبیرات صوفیاء کی اپنی تفردات پر قائم ہیں۔ مثال کے طورپر، مذکورہ بالا مقام خوف و رجاء کے بعد ، صوفیاء کے مطابق "قبض و بسط" کا مقام آتا ہے۔ یہ الفاظ تو قرآن حکیم کے ہیں۔ جن کی تشریح ، صوفیا نے یہ کی ہے کہ یہ قبض و بست دو کیفیات ہیں جو صوفی کے 'قلب' پر طاری ہوتی ہیں۔ ایک عارف کے لیے ، 'قبض' کی حیثیت وہی ہے جو عام مبتدی کے لیے 'خوف' کی ہوتی ہے۔اس کے لیے 'بسط' کی کیفیت وہ ہے جو مبتدی کے لیے 'رجاء'کی ہے۔ خوف و رجاء کا تعلق مستقبل سے ہے، جب کہ قبض و بسط کا تعلق زمانہ حال کے ساتھ ہے۔[73]

صوفیا کہتے ہیں کہ قبض کی کیفیت دل سے صوفی کو عتاب کا اشارہ ملتا ہے جب کہ بسط، لمحہ مبارک کی نوید ہوتا ہے۔ قبض میں صبر سے رضا ئے ربانی کی نوید ملتی ہے۔ صوفیا ء کا کہنا ہے کہ قبض کی کیفیت کو انتظار میں گذارا جائے اور بسط پر احتیاط کا دامن نہ چھوڑا جائے، تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ اس کے قبض کو بسط سے بدل دے اور وہ کوشی سے جھوم جائے۔

تاہم وہ پر سکون رہے اور آداب کا خیال رکھے:**قف علی البساط،و اياک والانبساط**۔[74] (اپنی بساط پر کھڑے رہو اور انبساط (خوشی) سے بچے رہو۔) ۔ اسی لیےشیخ جنید کہتے ہیں کہ خوف الٰہی میرے قبض کا سبب بنتا ہے۔۔۔ جو مجھے اپنی ذات سے فنا کرتا

ہےاور جب امید کی وجہ سے مجھ میں بسط پیدا ہوتا ہے تو مجھے اپنی ذات میں لوٹا دیتا ہے۔۔ان تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ ہی مجھے تحریک دیتا ہے۔۔میں اس کی حاضری کی وجہ سے اپنے وجود کا مزہ چکھتا ہوں۔[75]

امام قشیری نے لکھا ہے کہ اہل تصوف کے ہاں ایک اصطلاح ، فنا ء وبقاء کی بھی ہے۔ " فنا" سے مراد مذموم اوصاف کا ساقط ہونا ہے جب کہ "بقاء" اس قائم ہوتی ہے جب بندہ اوصاف محمود کا حامل ہو جاتا ہے۔[76] صوفیاء کے تصور میں فناء و بقاء میں سے ایک صفت انسان میں ایک وقت میں ضرور پائی جاتی ہے۔ایک صفت کی نفی سے لامحالہ دوسری صفت کا اثبات ہو جاتا ہے۔

تلخیص مقالہ:

امام ابو القاسم قشیری کے اسلوب، منہج اور خصوصاً قرآن و سنت سے اخذ و استنباط کے طریقۂ کار سے سامنے آیا ہے کہ امام قشیری کے نزدیک تصوف کوئی الگ یا خود ساختہ نظام نہیں بلکہ اس کی بنیاد خالصتاً کتاب و سنت پر قائم ہے۔تحقیق سے واضح ہوا ہے کہ امام قشیری نے اپنے دور میں تصوف میں پیدا ہونے والی غیر شرعی آمیزشوں کی اصلاح کے لیے آواز بلند کی اور حقیقی صوفیانہ تعلیمات کو قرآن و سنت کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا۔

انہوں نے صوفیا کے اقوال، احوال اور عملی زندگیوں کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ تصوف دراصل قرآن کی روحانی تعبیر ہے۔ آپ نے اپنی معروف کتاب "رسالہ قشیریہ " کے مختلف ابواب میں توحید، معرفت، زہد، توبہ، رضا، مراقبہ اور دیگر صوفیانہ اصطلاحات کی وضاحت کی ہےاور کبار صوفیا، محدثین اور فقہا کے اقوال نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ صوفیا کے نظریات شریعت سے جدا نہیں بلکہ اسی کے باطنی و روحانی پہلو کی نمائندگی کرتے ہیں۔

تحقیق کے مطابق امام قشیری کے نزدیک توحید اور معرفتِ الٰہی تصوف کی بنیاد ہیں، اور یہ معرفت محض عقل سے نہیں بلکہ وحی الٰہی کی رہنمائی سے حاصل ہوتی ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی مختلف آیات سے استدلال کرتے ہوئے واضح کیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت ہے۔ صوفیا کے نزدیک کائنات میں غور و فکر انسان کو خالق کی پہچان عطا کرتا ہے اور اسی شعور سے خالص عبادت پیدا ہوتی ہے۔ امام قشیری نے عقائدِ اہلِ سنت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، وحدانیت اور بے مثالی کو بیان کیا اور یہ واضح کیا ہے کہ حقیقی تصوف، شریعت، توحید اور سنتِ نبوی ﷺ سے مکمل وابستگی کا نام ہے۔

امام قشیری نے" رسالہ قشیریہ" میں یہ واضح کیا ہے کہ تصوف کی بنیاد قرآن و سنت، سمع و عقل، رسالتِ محمدی ﷺ، خلفائے راشدین اور اجماعِ امت پر قائم ہے۔ ان کے نزدیک حقیقی تصوف وہی ہے جو شریعت کے تابع ہو اور جس کے تمام تصورات کتاب و سنت سے ماخوذ ہوں۔ انہوں نے صوفیا کے اقوال و احوال کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور جو شخص اس کے برخلاف دعویٰ کرے وہ صحیح تصوف سے ہٹا ہوا ہے۔ امام قشیری نے مختلف صوفیا کے اقوال نقل کر کے یہ واضح کیا کہ تصوف کا مقصد اللہ کی معرفت، سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی اور شریعت کی پابندی ہے۔

آپ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ صوفیا کے نزدیک تصوف اور شریعت ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری، سری سقطی، جنید بغدادی اور دیگر اکابر صوفیا کے اقوال کے ذریعے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ولایت اور کرامت کی اصل بنیاد سنت کی پیروی، حدودِ شریعت کی حفاظت اور محارمِ الٰہی سے اجتناب ہے۔ امام قشیری کے مطابق وہی شخص قابلِ اقتدا ہے جو قرآن و حدیث کا علم رکھتا ہو، کیونکہ تصوف کا پورا نظام کتاب و سنت کے ساتھ مقید ہے۔ اسی لیے صوفیا نے ہمیشہ ظاہرِ شریعت اور باطنِ طریقت کے باہمی تعلق کو برقرار رکھا۔

امام قشیری نے تصوف کی اصطلاحات اور مخصوص تعبیرات کی بھی وضاحت کی ہے۔ ان کے مطابق توبہ، ذکر، شکر، مراقبہ، رضا اور معرفت جیسی اصطلاحات براہِ راست قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں، البتہ صوفیا نے ان کی روحانی تشریحات کو نمایاں کیا ہے۔ انہوں نے "وقت"، "حال "،"مقام"، "قبض و بسط"اور "فنا و بقا"جیسی اصطلاحات کے ذریعے صوفیانہ احوال کی تشریح کی اور بتایا کہ یہ سب دراصل انسان کے باطنی تزکیے اور روحانی ارتقا سے متعلق ہیں۔ اس طرح رسالہ آپ کے ہاں تصوف شریعت سے الگ کوئی فلسفہ نہیں بلکہ قرآن و سنت کی باطنی اور روحانی تعبیر کا ایک منظم علمی و عملی نظام ہے۔

حوالہ جات

[1] زرکلی ، خیر الدین بن محمود ۔الاعلام ۔بیروت : دارالعلم للمایین 2002ء ، ج : 4 : 57
Zirikli, Khayr al-Din ibn Mahmud. Al-A'lam. Beirut: Dar al-Ilm lil-Malayin, 2002, Vol. 4, p. 57.

[2] ایم علوی، شعیب علی، "ابتدائی تصوف کے ادب کا ایک جائزہ" پشاور اسلامیات جولائی-دسمبر 22، V:13، نمبر:2، صفحہ: 97
M Alvi, Shoaib Ali, "An Appraisal of Early Tasawwuf Literature" Peshawar Islamicus July-Dec 22, V:13, No:2, p: 97

[3] بغداد کے شیخ الاسلام۔آپ تصوف کی مشہور و معروف کتاب "اللمع" کے مصنف ہیں ۔ اس کتاب کو تصوف کا انسائیکلو پیڈیا کہا جاتا ہے، جس نے صوفیانہ منہاج کو ایک دینی شعبہ کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ صوفیا میں طاؤوس الفقراء آپ کا لقب ہے ، تصوف پر لکھنے والی دو مشہور ترین شخصیات یعنی عبد الرحمن السلمٰی جن کی تصنیف " طبقات صوفیاء " ہے اور القشیری جن کی تصنیف " رسالہ قشیریہ" ہے، آپ کے شاگردوں میں سے ہیں ۔اسی طرح حضرت علی بن عثمان ہجویری (1009-1072 ء) نے " کشف المحجوب " میں آپ سے اقتباس کیا ہے ۔یاد رہے کہ ابو نصر السراج فقہ میں بھی شیخ کا درجہ رکھتے ہیں ، جن سے خراسان کے عظیم فقیہ شمس الاءمہ امام السرخسی نے اکتساب کیا ۔(ابو نصر السراج ،کتاب اللمع ، دار الکتب الحدیثۃ ، مصر ، ص:6۔ 13)
Sheikh-ul-Islam of Baghdad. He is the author of the famous and well-known book of Sufism, "Al-Lama'". This book is called the encyclopedia of Sufism, which introduced the Sufi path as a religious discipline. In Sufism, he is called Taous al-Faqra. The two most famous figures who wrote on Sufism, namely Abdul Rahman al-Salami, whose work is "Tabaqat al-Sufiya" and Qushairi, whose work is "Risalah al-Qushairiyya", are among his students. Similarly, Hazrat Ali bin Uthman al-Hajwiri (1009-1072 AD) quoted from him in "Kashf al-Mahjoob". It should be remembered that Abu Nasr al-Sarraj also holds the status of a sheikh in jurisprudence, from whom the great jurist of Khorasan, Shams al-Ama, Imam al-Sarkhasi, acquired it. (Abu Nasr al-Sarraj, Kitab al-Lama', Dar al-Kutb al-Hadithah, Egypt, pp. 6-13)

[4] پورا نام عبداللہ یوسف اور امام الحرمین لقب۔آپ شافعی مسلک کے اہم ترین فقیہ ہیں، اور امام غزالی کے استاد ہیں۔ علم کلام میں آپ ابوالقاسم اسفرائینی اشعری کے شاگرد اور حدیث میں امام بیہقی سے اکتساب فیض کیا۔ اصول فقہ میں آپ کو مجتہد کا درجہ حاصل ہے۔(ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج 2، ص 170)
Full name Abdullah Yusuf and title Imam al-Haramain. He is the most important jurist of the Shafi'i school, and the teacher of Imam al-Ghazali. In theology, he was a student of Abu al-Qasim al-Asfaraini al-Ash'ari and in hadith, he gained favor from Imam al-Bayhaqi. In the principles of jurisprudence, he has the status of a mujtahid. (Ibn Khallikan, Wafiyat al-A'yan, vol. 2, p. 170)

[5]ایم علوی، شعیب علی، "ابتدائی تصوف کے ادب کا ایک جائزہ" پشاور اسلامیات جولائی-دسمبر 22، V:13، نمبر:2، صفحہ: 97
M Alvi, Shoaib Ali, "An Appraisal of Early Tasawwuf Literature" Peshawar Islamicus July-Dec 22, V:13, No:2, p: 97

[6]امام قشیری، الرسالہ ، مقدمۃ الکتاب، قاھرہ: دارالمعارف، ص: 15
Imam Qushairi, Al-Risala, Muqaddam al-Kitab, Cairo: Darul Ma'arif, p. 15

[7] ا مام قشیری، الرسالہ ، مقدمۃ الکتاب، ص: 16
Imam Qushairi, Al-Risala, Introduction to the Book, p. 16

[8] ایضاً۔
Reference Prefix

[9] القشیری، الرسالہ، ص: 20
Al-Qushayri, Al-Risala, p. 20

[10] القرآن، الذاریٰت 51: 56
The Quran, Al-Dhariyat 51:56

[11] الفیروزآبادی، تنویر المقباس من تفسیرابن عباس (دار الکتب العلمیة – لبنان) ا/443
Al-Fīrūzābādī,Tanwīr al-Miqbās min Tafsīr Ibn 'Abbās (Dar Al-Kotob Al-Ilmiyah – Lebanon) 1/443.

[12] الآلوسی، شہاب الدین محمود، روح المعانی (دار الکتب العلمیة – بیروت) 21/14

Al-Alusi, Shihab al-Din Mahmud,Ruh al-Ma'ani (Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah – Beirut) 14/21.

13 جنید بن محمد بغدادی الخزار کو مکتب تصوف کا امام مانا جاتا ہے ۔ اپنے وقت کے مشہور ادیب ، شاعر ، فصیح اور متکلم تھے ۔ آپ نے سب سے پہلے بغداد میں توحید کے بارہ کلام کیا ۔ آپ نے مذموم عقائد سے اعراض کرتے ہوئے تصوف کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی مزید یہ کہ آپ کے نزدیک جس نے قرآن اور اس کے علوم میں مہارت پیدا نہیں کی ، حدیث اور اس کے متعلقہ میں حذاقت نہیں رکھتا ، وہ اقتداء کے قابل نہیں ۔ (زرکلی ،خیرالدین بن محمود ، الاعلام ، ج : 2 : 141)

Junaid bin Muhammad al-Baghdadi al-Khazzar is regarded as a leading authority in the school of Sufism. He was a renowned litterateur, poet, eloquent orator, and theologian of his time. He was the first in Baghdad to discourse on the doctrine of Divine Oneness (Tawhid). Rejecting reprehensible beliefs, he established the foundations of Sufism upon the Quran and the Sunnah; furthermore, in his view, anyone who has not mastered the Quran and its sciences, or lacks proficiency in Hadith and its related disciplines, is not worthy of being followed as a spiritual guide. (Zirikli, Khair al-Din bin Mahmud, Al-A'lam, Vol. 2, p. 141)

14 القشیری، الرسالہ ، ص: 21

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 21

15القشیری، الرسالہ ، ص: 21

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 21

16 عبد اللہ بن عمر کی مشہور روایت جس میں ، جبریل نے نبی کریم سے جب یہ سوال کیا کہ مجھے احسان کے بارے میں باخبر کیجیے تو جواب میں فرمایا گیا کہ: قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللہَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» (القشیری، مسلم بن حجاج ۔ الجامع الصحیح ۔ باب معرفۃ الایمان والاسلام والقدر ، بیروت : دارا احیاء التراث العربی ، ج: 1 ، ص: 36 ، حدیث نمبر : 8)

In the famous narration of Abdullah ibn Umar, when Gabriel asked the Prophet (peace be upon him) about kindness, he replied: "Worship Allah as if you see Him, but if you do not see Him, then He sees you." (Al-Qushayri, Muslim ibn Hajjaj. Al-Jami' al-Sahih. Chapter on Understanding Faith, Islam, and Destiny, Beirut: Dara Ihya' al-Turahat al-Arabi, Vol. 1, p. 36, Hadith No. 8)

17 القشیری، الرسالہ، ص: 27

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 27

18 الشوریٰ 42: 11

Al-Shura 42:11

19 القشیری، الرسالہ، ص: 22

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 22

20 ایضاً۔

Reference Prefix

22القشیری، الرسالہ، ص: 24

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 24

23 طٰہ 20: 5

Surah Taha 20:5

24 الاشعری، ابو الحسن علی بن اسماعیل، ۔ الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۔ قاهرة : دارالانصار 1397ھ ص : 40 ۔

Al-Ash'ari, Abu al-Hasan Ali ibn Ismail, Al-Abaanat an-Usool al-Diyanat, Cairo: Dar al-Ansar, 1397 AH, p. 40.

التفتازانی، سعد الدین، شرح العقائد۔لاہور
: مکتبہ رحمانیہ ،ص: 58
Al-Taftazani, Sa'd al-Din,Sharh al-Aqa'id. Lahore: Maktaba Rahmaniyya, p. 58.

[25] القشیری، الرسالہ، ص: 29
Al-Qushayri, Al-Risala, p. 29

[26] مکمل نام جعفر بن محمد بن علی حسین بن علی بن ابی طالب ہے ۔ آپ کی والدہ ام فروہ ہیں جن والدہ اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر ہیں ۔(ذہبی ، محمد بن احمد ۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت : مؤسسۃ الرسالہ 1985ء ، ج: 6، ص: 255) ۔ آپ شیعہ امامیہ کے نزدیک چھٹے امام ہیں، تابعین کے جلیل القدر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں اور علم میں نہایت بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ بہت سے اہلِ علم نے آپ سے استفادہ کیا، جن میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک بھی شامل ہیں۔ الصادق، بنو عباس کے خلفاء کے سامنے حق بات کہنے میں بے باک اور حق گو تھے۔ آپ کے "رسائل" ایک کتاب کی صورت میں جمع ہیں جن کا ذکر *"کشف الظنون"* میں آیا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ ان کی تدوین جابر بن حیان نے کی تھی۔(زرکلی ،خیرالدین بن محمود ، الاعلام ، ج : 2 : 126)
His full name is Ja'far bin Muhammad bin Ali Husayn bin Ali bin Abi Talib. His mother is Umm Farwah, whose mother is Asma bint Abd al-Rahman bin Abi Bakr. (Dhahabi, Muhammad bin Ahmad. Siir 'A'lam al-Nublaa. Beirut: Mas'at al-Risala 1985, vol. 6, p. 255). He is the sixth Imam according to the Shia Imamiyyah, is considered one of the great elders of the Tabi'in and held a very high position in knowledge. Many scholars benefited from him, including Imam Abu Hanifa and Imam Malik. Al-Sadiq was bold and truthful in speaking the truth in front of the Abbasid caliphs. His "Risaal" are collected in the form of a book, which is mentioned in "Kashf al-Dhanun", and it is said that they were compiled by Jabir bin Hayyan. (Zarkali, Khair al-Din bin Mahmud, Al-A'lam, vol. 2: 126)

[27] القشیری، الرسالہ، ص: 29
Al-Qushayri, Al-Risala, p. 29

[28] النجم 53 : 8
Al-Najm 53:8

[29] یاد رہے کہ ، جمہور مفسرین کے مطابق، مذکورہ آیات میں جبریل کا قریب ہونا مراد ہے ناکہ اللہ تعالی کا۔اس سلسلہ میں تفصیل کے لیے دیکھیں:
الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان في تأویل القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ 2000 ء، 501/22،
ابن کثیر، اسما عیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبة للنشر والتوزیع 1999 ء، 444/7
It should be noted that, according to the majority of commentators, the meaning of the above verses is the proximity of Gabriel, not of Allah Almighty. For details on this matter, see:
Al-Tabari, Muhammad ibn Jarir, Jami' al-Bayan fi Ta'wilaan al-Qur'an, Mas'at al-Risalah 2000, 22/501 .

[30] القشیری، الرسالہ، ص: 33
Al-Qushayri, Al-Risala, p. 33

[31] القشیری، الرسالہ، ص: 34
Al-Qushayri, Al-Risala, p. 34

[32] القشیری، الرسالہ، ص: 30
Al-Qushayri, Al-Risala, p. 30

[33] القشیری، الرسالہ، ص: 33
Al-Qushayri, Al-Risala, p. 33

[34] آپ کا مکمل نام ثوبان بن ابراہیم مصری، کنیت ابو الفیاض یا ابو الفیض تھی۔آپ کا شمار مصر کے مشہور زاہد و عابد بزرگوں میں ہوتا ہے ۔ فصاحت، حکمت اور شاعری میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے۔مصر میں سب سے پہلے آپ ہی نے اولیائے اللہ کے احوال اور ان کے مقامات کی ترتیب پر گفتگو کی، جس پر عبداللہ بن عبدالحکم نے آپ پر اعتراض کیا، بعد ازاں عباسی خلیفہ متوکل نے آپ پر زندیقیت کا الزام لگا کر دربار میں طلب کیا اور آپ کی باتیں سنیں، پھر آپ کو رہا کر دیا گیا، جس کے بعد آپ مصر واپس آگئے، اور آخرکار جیزہ (مصر) میں آپ کا انتقال ہوا۔(زرکلی ،خیرالدین بن محمود ، الاعلام ، ج : 2 : 102)

His full name was Thawban bin Ibrahim al-Misri, nicknamed Abu al-Fayyadh. He was one of the famous ascetics and worshippers of Egypt. He also had a distinguished position in eloquence, wisdom and poetry. In Egypt, he was the first to discuss the status of the saints of God and the order of their positions, to which Abdullah bin Abdul Hakam objected to him. Later, the Abbasid Caliph Mutawakkil accused him of heresy and summoned him to the court and listened to his words. Then he was released, after which he returned to Egypt, and finally he died in Giza (Egypt). (Zarkali, Khair al-Din bin Mahmoud, Al-Ilam, vol. 2: 102)

[35] القشیری، الرسالہ، ص: 38

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 38

[36] القشیری، الرسالہ، ص: 38

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 38

[37]آپ کا مکمل نام سری بن مغلس سقطی، کنیت ابو الحسن ہے، بغداد کےصوفی بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنے زمانے میں اہلِ بغداد کے امام اور شیخ سمجھے جاتے تھے۔ آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں اور استاد تھے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سریؒ سے بڑھ کر کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا، ان پر اٹھانوے برس گزر گئے مگر بیماریٔ وفات کے سوا کبھی انہیں لیٹے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ جو شخص اپنی ذات کی تربیت سے عاجز ہو وہ دوسروں کی تربیت سے بدرجۂ اولیٰ عاجز ہوتا ہے۔(زرکلی ،خیرالدین بن محمود ، الاعلام ، ج : 3 : 82)

His full name is Sari bin Mughalis Saqti, nickname Abu al-Hasan, he is considered one of the Sufi elders of Baghdad. In his time, he was considered the Imam and Sheikh of the people of Baghdad. He was the maternal uncle and teacher of Hazrat Junaid Baghdadi (RA). Junaid (RA) says that I have not seen anyone more devoted to worship than Sari. Ninety-eight years have passed since his death, but he has never been seen lying down except during a fatal illness. Among his sayings is that a person who is incapable of training himself is incapable of training others to the first degree. (Zarkali, Khairuddin bin Mahmud, Al-Ilam, Vol. 3: 82)

[38]القشیری، الرسالہ، ص: 45

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 45

[39] القشیری، الرسالہ، ص: 58

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 58

[40] القشیری، الرسالہ، ص: 79

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 79

[41] القشیری، الرسالہ، ص: 103، 107

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 103, 107

[42] القشیری، الرسالہ، ص: 145

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 145

[43] القشیری، الرسالہ ، ص: 48

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 48

44 ترمذی ،ابو عیسی محمد بن عیسی۔ سنن ترمذی ۔ بیروت : دارالغرب الاسلامی 1998 ء ، ابواب الایمان ، باب ما جآء أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، ج : 5 ، ص : 717 ، رقم الحدیث : 2606

Tirmidhi, Abu Isa Muhammad ibn Isa. Sunan Tirmidhi. Beirut: Dar al-Gharb al-Islami 1998, Chapters of Faith, Chapter: What came when I was commanded to fight the people until they say, "There is no god but Allah," Vol. 5, p. 717, Hadith number: 2606.

45 لقشیری ، نحوالقلوب ۔بیروت: دارالکتب العلمیہ 2005ء، ص: 40

Al-Qashiri, Nahwul-Qulub, Beirut: Darul Kitab Al-Ilmiyah, 2005, p. 40

46 القشیری، الرسالہ، ص: 419

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 419

47 القشیری، الرسالہ، ص:422

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 422

48 القشیری، الرسالہ، ص:151

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 151

49 ایضاً، ص:151

Reference Prefix,p.151

50 ایضاً، ص:151

Reference Prefix,p.151

51 ایضاً، ص:151

Reference Prefix,p.151

52 ایضاً، ص: 152

Reference Prefix,p.152

53 ایضاً، ص:152

Reference Prefix,p.152

54 القشیری، الرسالہ، ص:155

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 155

55 ایضاً، ص: 155

Reference Prefix,p.155

56 احمد بن حنبل۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل ۔بیروت : مؤسسۃ الرسالۃ 2001 ء ،ج: 29 ، ص: 391 ، رقم الحدیث : 17848

Ahmad ibn Hanbal. Musnad of Imam Ahmad ibn Hanbal. Beirut: Mastaf al-Risalah 2001, Vol. 29, p. 391, Hadith No. 17848.

57 النور 24: 31

Al-Nur 24:31

58 القشیری، الرسالہ ، ص: 207

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 207

59 ابو یعلٰی ، محمد بن حسین ، العدۃ فی اصول الفقہ ، ج: 1، ص: 118 ، 127

Abu Ya'la, Muhammad bin Husayn, Al-'Iddah in the Principles of Jurisprudence, Vol. 1, p. 118, 127

60 الشاطبی ، ابراہیم بن موسی ، الموافقات فی اصول الشریعۃ ، ج: 3 ، ص : 605

Al-Shatibi, Ibrahim bin Musa, Al-Muwaqafat fi Usul al-Shariah, Vol. 3, p. 605

61 الشاطبی ، ابراہیم بن موسی ، الموافقات فی اصول الشریعۃ ، ج: 3 ، ص : 605

البزدوی، علاء الدین ، عبد العزیز بن احمد ۔ کشف الاسرار شرح اصول ۔ بیروت : دارالکتاب الاسلامی ، ج: 1، ص: 50 ، 105

Al-Shatibi, Ibrahim bin Musa, Al-Muwaqafat fi Usul al-Shari'ah, vol. 3, p. 605, Al-Bazdwi, Ala al-Din, Abdul Aziz bin Ahmad. Kashf al-Asrar, Sharh al-Usul. Beirut: Dar al-Kitab al-Islami, vol. 1, p. 50, 105

62 القشیری، الرسالہ ، ص: 208

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 208

63 الترمذی ، محمد بن عیسیٰ - السنن - بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ أَدْرَكَ الإِمَامَ بِجَمْعٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الحَجَّ ، بیروت : دارالغرب الاسلامی 1998ء ، ج: 2 ، ص: 229 ، حدیث نمبر : 889

Al-Tirmidhi, Muhammad ibn ʻIsa.Al-Sunan. Chapter: What Has Been Reported Regarding Whoever Catches the Imam at Jamʻ Has Attained the Hajj. Beirut: Dar al-Gharb al-Islami, 1998. Vol. 2, p. 229, Hadith No. 889

64 القشیری، الرسالہ ، ص: 209

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 209

65 البخاری ، محمد اسماعیل -الجامع الصحیح - باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ ، بیروت : دار طوق النجاة 1422ھ ، ج:1، ص: 20 ، حدیث نمبر : 50

Al-Bukhari, Muhammad Ismail. Al-Jami' Al-Sahih. Chapter on the virtue of one who renounces his religion. Beirut: Dar Touk Al-Najat 1422 AH, Vol. 1, p. 20, Hadith No. 50.

66 القشیری، الرسالہ ، ص: 209

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 209

67 البخاری ،الجامع الصحیح ب، ◌ابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الإِسْلاَمُ، ج: 2، ص: 94 ، حدیث نمبر : 1358

Al-Bukhari,Al-Jamiʻ al-Sahih, Chapter: "If a young boy embraces Islam and then dies, should the funeral prayer be performed for him? And should Islam be presented to a young boy?" Vol. 2, p. 94, Hadith No. 1358.

68 القشیری، الرسالہ ، ص: 212

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 212

69 القشیری، الرسالہ ، ص:213

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 213

70 النور 24: 31

Al-Nur 24:31

71 ق 50 : 33

Qaf 50:33

72 ص38 : 30

Al-Sawad38:30

73 القشیری، الرسالہ، ص: 156

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 156

74 القشیری، الرسالہ، ص: 157

Al-Qushayri, Al-Risala, p. 157

75 ایضاً، ص: 158

Reference Prefix,p.158

76 ایضاً، ص: 159

Reference Prefix,p.159